# ہندوستان
## عہدِ عتیق کی تاریخ میں

جناب سید محمود حسن صاحب قیصر امروہوی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۲)

مدرسہ جندیسابور | ہندوستان کی قدیم حضارت کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ مدرسہ جندیسابور جو فلسفہ وطب کا بڑا مرکز تھا اس میں یونانی علوم کے ساتھ ساتھ ہندی ثقافت کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ حنا فاخوری کا بیان ہے [1]

ومدرسة جندیسابور فی الاهواز التی انشأها کسریٰ انوشروان (۵۳۱ - ۵۷۹ م) وجعلها معهداً للدراسات الفلسفیة والطبیة ومعظم اساتذتها من النساطرة وکانت تدرس فیها الثقافة الهندیة بجانب الثقافة الیونانیة وکانت من ثم مرکزاً لثلاث ثقافات: الیونانیة والهندیة والفارسیة، وقد اشتهر بالطب وظلت تؤدی خدمتها الثقافیة فی العهد العربی۔

نیز اہواز کا مدرسہ جندیسابور جس کا بانی کسریٰ نوشیرواں (۵۳۱ - ۵۷۹ م) تھا اور جو فلسفہ وطب کا واحد مرکز تھا، جس کے بڑے اساتذہ نسطوری ہوتے تھے۔ اس میں یونانی ثقافت کے ساتھ ساتھ ہندی ثقافت کی بھی تعلیم دی جاتی تھی اور اس لحاظ سے وہ تین ثقافتوں کا مرکز تھا۔ یونانی، ہندی اور فارسی۔ یہ مدرسہ طب میں بڑی شہرت رکھتا تھا اور اس کی ثقافتی خدمات عربی عہد میں بھی جاری رہیں

[1] تاریخ الادب العربی (ص ۳۳۹)

**ہندوستان اسلاطین اسلام کی نظر میں** ہندوستان قدیم الایام سے اپنی حکمت اور فلسفہ میں اتنا مشہور تھا کہ اسلام کے آنے کے بعد بھی اس کی شہرت عربوں میں برقرار رہی، چنانچہ اسلام کا ہر مورخ جب ہندوستان کا ذکر کرتا ہے تو اپنے تاثرات کا اظہار کئے بغیر آگے نہیں بڑھتا۔ ذیل میں صرف چند اساطین کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں جو انھوں نے ہندوستان کے بارے میں روایت کئے ہیں۔

**عبداللہ بن عمرو العاص:** [1]

صورت الدنیا علی خمسة اجزاء علی اجزاء الطیر: الراس والصدر والجناحین والذنب۔ رأس الدنیا الصین والجناح الایمن الهند والجناح الایسر الخزر۔

دنیا کی شکل ایک طائر کی شکل پر ہے جس کے ۵ اجزاء ہوتے ہیں، سر اور سینہ، دونوں بازو اور دم دنیا کا سر چین ہے اور داہنا بازو ہند اور بایاں بازو خزر ہے۔

**یعقوبی:** [2]

والهند اصحاب حکمة ونظر وهم یفوقون الناس فی کل حکمة۔ فقولهم فی النجوم اصح الاقاویل وکتابهم فیه کتاب "السند هند" الذی منه اشتق کل علم من علوم تکلم فیه الیونانیون والفرس وغیرهم وقولهم فی الطب المقدم ولهم فیه الکتاب الذی یسمی "سسرو" فیه علامات الادواء ومعرفة علاجها وادویتها وکتاب "سرك" وکتاب "ندان" فی علامات اربعمائة واربعة ادواء ومعرفتها بغیر

اور ہندوستانی صاحب حکمت اور ارباب نظر ہیں، وہ ہر قسم کی حکمت میں سب لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں، علم نجوم میں ان کے اقوال سب سے زیادہ صحیح ہوتے ہیں، اس فن میں اُن کی کتاب "السند ہند" ہے جو ایسی بنیادی کتاب ہے جس سے وہ تمام علوم متفرع ہوتے ہیں جن پر یونانیوں اور اہل فارس وغیرہ نے بحث کی ہے۔ طب میں ان کا قول سب پر مقدم ہے اور اس فن میں اُن کی ایک کتاب ہے جسے "سسرو" کہتے ہیں، اس میں بیماریوں کی علامات اُن کے علاج اور دواؤں کی تفصیل ہے۔ کتاب "سرک" اور کتاب "ندان" چارسو چار بیماریوں کی علامات

---

[1] ابن عساکر: تاریخ مدینہ دمشق (ص ۱۴۸) [2] یعقوبی: تاریخ (۱: ۹۴)

علاج، وکتاب "سندهشان" وتفسیره صورة النجح وکتاب فیما اختلفت فیه الهند والروم من الحار والبارد وقوی الادویة وتفصیل السنة وکتاب اسماء العقاقیر، کل عقار، باسماء عشرة ولهم غیر ذلك من الکتب فی الطب ولهم فی المنطق والفلسفة کتب کثیرة فی اصول العلوم منها کتاب "طوفا" فی علم حدود المنطق وکتاب فیه فلاسفة الهند والروم ولهم کتب کثیرة یطول ذکرها ویبعد عرضها۔

کے بیان میں ہے، اس میں علاج کا بیان نہیں ہے اور کتاب "سندھشان" بھی علم طب میں ہے، جس کے معنیٰ ہیں 'کامیابی کی صورت" ان کے علاوہ ایک اور کتاب ہے، جس میں دواؤں کے گرم اور سرد ہونے، دواؤں کی قوتوں، سال کی تفصیل کے بارے میں ہندی اور رومی اطبا میں جو اختلافات ہیں اُن کا بیان ہے، ایک کتاب جڑی بوٹیوں کے ناموں پر ہو جس میں ایک ایک بوٹی کے دس دس نام ہیں، ان کے علاوہ بھی طب میں ان کی کتابیں ہیں اور منطق و فلسفہ میں اُن کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں اس علم کے اصول کا بیان ہو' ان ہی میں ایک کتاب حدودِ منطق کے علم میں "طوفا" ہو نیز ایک اور کتاب ہو جس میں ہندوستان اور روم کے فلاسفہ کے اختلافات اور تفاوت کا بیان ہو اور ہندوستان کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جن کا ذکر موجبِ طوالت ہو۔

مسعودی، تبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے[1]:

ثم یتلوہ ملك الهند وهو ملك الحکمة وملك الفیلة، لان عند ملوك الاکابر، ان الحکمة من الهند بدء وهاثم یتلوہ فی المرتبة ملك الصین۔

(تبت) کے بادشاہ کے بعد، ہندوستان کا بادشاہ ہے جو حکمت کا بادشاہ اور ہاتھیوں والا بادشاہ ہو اس لئے کہ بڑے بڑے سلاطین کے نزدیک یہ بات مانی ہوئی ہے کہ حکمت کا منبع ہندوستان ہے، اس کے بعد دوسرا مرتبہ چین کے بادشاہ کا ہے۔

ابوزید حسن سیرافی معاصر مسعودی کا بیان ہے[2]:

---

[1] مروج الذہب ۱: ۱۳۵　[2] ہندوستان عربوں کی نظر میں، ۵۷

وبعدهم ملك الفيلة وهو ملك الهند وتجده عندنا ملك الحكمة لان اصلها منهم ۔

ان (ترکوں) کے بعد ہاتھیوں والا یعنی ہندوستان کا بادشاہ ہو جس کو ہم حکمت کا بادشاہ سمجھتے ہیں، کیونکہ حکمت کا منبع سرزمین ہند ہے۔

ابن المقفع جس نے دنیا کے مختلف ممالک کا گہرا مطالعہ کیا تھا، اس کے سامنے ہندوستان کا ذکر آیا تو کہا "هم اصحاب الفلسفه" وہ فلسفہ والے ہیں[1]

**عمر بن عبدالعزیز اور ہندی راجہ** اسلام کی تاریخ میں اموی حکومت کا دور ایک تابناک دور ہے، جبکہ شاہان سطوت وجبروت کا آفتاب خط نصف النہار پر ضو پاشی کر رہا تھا اور بڑے بڑے سلاطین اس کی ہیبت سے لرزہ براندام تھے۔ اس وقت بھی ہندوستان کا ایک راجہ جب اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھتا ہے تو اس طرح لکھتا ہے[2]

من ملك الاملاك الذی هو ابن الف ملك والذی تحته بنت الف ملك والذی فی مربطه الف فیل، والذی له نهران ینبتان العود والفوّة والجوز والکافور الذی یوجد ریحه علی اثنا عشر میلا، الی ملك العرب الذی لا یشرك بالله شیئا۔ اما بعد: فانی اردت ان تبعث الیّ رجلا یعلمنی الاسلام ویوقفنی علی حدوده، والسّلام۔

اس بادشاہ کی طرف سے جو ایک ہزار بادشاہوں کا بیٹا ہے اور جس کی ملکہ ایک ہزار بادشاہوں کی بیٹی ہے جس کے فیل خانے میں ایک ہزار ہاتھی ہیں، جس کی قلمرو میں دو ایسی نہریں ہیں جو عود اور تُن اور بادام اور کافور اگاتی ہیں جس کی خوشبو بارہ میل تک جاتی ہے عرب کے اس بادشاہ کی طرف جو کسی کو اللہ کا شریک نہیں گردانتا، امابعد میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو مجھ کو اسلام کی تعلیم دے اور اس کے حدود مجھ کو بتائے۔ والسلام

ممکن ہے بعض لوگ اس کو تعلّی اور تفاخر پر محمول کریں جو عموماً سلاطین کا خاصہ ہوتی ہے لیکن جن حضرات نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک بادشاہ جب دوسرے بادشاہ کو خط لکھتا ہے تو پوری

[1] آلوسی: بلوغ الارب فی معرفة احوال العرب (۱: ۱۵۹) [2] ایضاً (۱: ۱۶۶)، العقد الفرید مصر ۱۹۴۰ء (۲: ۲۰۲)

ذمہ داری کے ساتھ لکھتا ہے اور کوئی تعلّی اس میں ایسی نہیں ہوتی جو حقیقت اور واقعہ کے خلاف ہو۔ خصوصاً جبکہ صلح کے ماحول میں خط و کتابت کی جا رہی ہو۔ اس بنا پر اس ہندی بادشاہ کا اپنے کو ایک ہزار بادشاہوں کا بیٹا اور اپنی ملکہ کو ایک ہزار بادشاہوں کی بیٹی لکھنے کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ اس کے اور اس کی ملکہ کے سلسلۂ آبا میں ایک ہزار بادشاہ ہو چکے تھے اور خود وہ ان ایک ہزار پر ایک کا اضافہ تھا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے قدیم زمانے سے منظم حکومت رہی ہے۔

**طبیب ہندی اور امام جعفر صادقؑ**

اہل ہند کو اپنی طب اور فلسفے پر جو ناز رہا ہے وہ اسلام کے آنے کے بعد بھی برقرار رہا جیسا کہ روایات بتاتی ہیں کہ شاہان بنی اُمیہ اور بنی عباس کے یہاں ہندی فلاسفر برابر جاتے تھے اور مسلمانوں سے اُن کے گرم گرم مباحثے ہوئے ہیں۔ ان کے اس زنارِ تفاخر کو پہلی مرتبہ اگر کسی نے شکست دی ہے تو وہ تسبیح آلِ محمد کا چھٹا دانہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السّلام کی ذات ہے جو علم امیر المومنینؑ کے صحیح وارث اور اپنے وقت میں رسول اسلام کے سچے جانشین تھے۔ منصور عباسی کا مصاحب ربیع راوی ہے کہ ایک مرتبہ منصور عباسی کے دربار میں ایک ہندی طبیب آیا اور اُس نے طب اور فلسفہ کے مسائل بیان کر کے منصور اور اس کے شرکاء دربار کو اپنے علم سے مرعوب کرنا چاہا، اس روز اتفاق سے منصور کی مجلس میں امام جعفر صادق علیہ السّلام بھی تشریف فرما تھے، آپ خاموشی سے اس کی تقریر سنتے رہے، جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو امامؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے ابو عبداللہ جو کچھ میں نے بیان کیا آپ اس سے متفق ہیں؟ امام نے فرمایا، نہیں اس لئے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہارے پاس ہے۔ ہندی نے متعجب ہو کر پوچھا، وہ کیا؟ فرمایا میں حار کا علاج بارد سے اور بارد کا علاج حار سے کرتا ہوں اور تر کا خشک سے اور خشک کا تر سے اور نتیجہ کو اللہ پر چھوڑ دیتا ہوں، نیز رسول اللہؐ نے اس بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کو کام میں لاتا ہوں، آپ کا ارشاد ہے۔ "واعلم ان المعدۃ بیت الداء و الحمیۃ ھی الدواء واعود البدن ما اعتاد" (معدہ بیماری کا گھر ہے اور پرہیز ہر مرض کی دوا ہے اور جسم کو جس چیز کا عادی بنانا چاہیے اس کا عادی بنایا جائے) ہندی نے جواب دیا: یہی تو کل طب ہے اس پر امام نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے یہ اصول طب کی کتابوں سے لیا ہے؟ طبیب ہندی

نے جواب دیا، یقیناً ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا! نہیں میں نے یہ اللہ سے لیا ہے جو پاک اور منزہ ہے پھر آپ نے فرمایا: اے ہندی! یہ بتاؤ کہ طب کا میں زیادہ عالم ہوں یا تم، ہندی نے کہا، میں۔ امام نے فرمایا: اچھا تو میں تم سے کچھ سوالات کرتا ہوں ان کا جواب دو۔ ہندی نے کہا: بسم اللہ! اس پر آپ نے حسب ذیل انیس سوال اس سے کئے۔

۱۔ کاسۂ سر کو ہڈیوں کے ذریعہ خانہ دار کیوں بنایا گیا ہے۔؟

۲۔ سر پر بال کیوں اُگائے گئے ہیں۔؟

۳۔ پیشانی کو مسطح اور بغیر بالوں کے کیوں چھوڑا گیا ہے۔؟

۴۔ پیشانی پر شکنیں اور خطوط کیوں پیدا کئے گئے ہیں؟

۵۔ دونوں آنکھوں پر ابرو قرار دینے میں کیا حکمت ہے۔؟

۶۔ آنکھ کی شکل بادام سے مشابہ کیوں بنائی گئی ہے۔؟

۷۔ ناک کی جگہ دونوں آنکھوں کے درمیان کیوں رکھی گئی ہے؟

۸۔ ناک کا سوراخ اس کے نیچے کیوں ہے؟

۹۔ ہونٹ اور شارب دہن کے اوپر کیوں رکھے گئے ہیں۔؟

۱۰۔ مردوں کے ڈاڑھی کیوں ہے؟

۱۱۔ آگے کے دو دانت تیز، ڈاڑھیں چوڑی اور کونچلیاں لمبی کیوں ہیں۔؟

۱۲۔ ہتھیلی کو بغیر بالوں کے کیوں چھوڑا گیا ہے۔؟

۱۳۔ بال اور ناخن بے جان کیوں رکھے گئے ہیں۔؟

۱۴۔ دل کی شکل دانۂ صنوبر کی مانند کیوں رکھی گئی ہے۔؟

۱۵۔ جگر کی شکل محدب کیوں ہے۔؟

۱۶۔ گردہ لوبیا کے دانہ کی شکل پر کیوں بنایا گیا ہے۔؟

۱۷۔ دونوں گھٹنے پیچھے کی طرف کیوں مڑتے ہیں؟

۱۸۔ پھیپھڑے کو دو قطعوں میں کیوں بنایا گیا ہے ؟

۱۹۔ پاؤں کی ایڑی اور پنجے کے درمیان خلا کیوں رکھا گیا ہے۔؟

طبیب ہندی ان سوالات میں سے کسی ایک کا جواب نہ دے سکا۔ امام نے فرمایا: اچھا میں تم کو ان کا جواب دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک ایک سوال کا جواب دینا شروع کیا۔

۱۔ آپ نے فرمایا۔ سر میں ہڈیوں کا جال اس لئے رکھا گیا ہے کہ کاسۂ سر چونکہ اندر سے خول ہے اس لئے ہڈیوں کے ذریعہ اگر اس کے چھوٹے چھوٹے خانے نہ کئے گئے ہوتے تو درد بہت جلد راہ پا لیا کرتا۔

۲۔ سر پر بال اس لئے رکھے گئے ہیں کہ ان کے ذریعے سے دماغ تک روغن پہونچ سکے اور اندر کے بخارات باہر نکل سکیں۔ نیز سردی اور گرمی میں جن کا ایک خاص مقدار میں دماغ تک پہونچنا ضروری ہے، اس پر اثر کر سکیں۔

۳۔ پیشانی کو بغیر بالوں کے اس لئے رکھا گیا ہے کہ روشنی اس سے ٹکرا کر آنکھوں کی طرف آتی ہے۔

۴۔ اس پر خطوط اور شکنیں اس لئے رکھی گئی ہیں کہ پسینہ اور دیگر رطوبات جو سر سے گرتی ہیں یہ ان کو روکے رہیں اور آنکھ ان سے محفوظ رہے، اتنی دیر کے لئے کہ آدمی اس کو صاف کر سکے۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے زمین پر نشیبی مقامات اور نہریں جو پانی کو سطح ارض پر پھیلنے سے روکے رہتی ہیں۔

۵۔ بھوؤں کو آنکھوں کے اوپر قرار دیئے جانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ روشنی کو ایک اندازے کے بموجب آنکھوں تک پہونچاتی رہیں، تم یہ نہیں دیکھتے کہ جب روشنی تیز ہوتی ہے یا آفتاب بالکل سامنے ہوتا ہے تو انسان اپنا ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیتا ہے تاکہ روشنی اندازے کے مطابق آنکھوں تک پہنچے۔

۶۔ ناک کی جگہ دونوں آنکھوں کے درمیان اس لئے رکھی گئی ہے کہ وہ روشنی کو دونوں آنکھوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کرتی ہے اور کسی ایک آنکھ پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔

۷۔ آنکھ کی شکل بادام سے مشابہ اس لئے بنائی گئی تاکہ دوا کی سلائی اُن میں گھوم سکے اور باہر نکل سکے۔ اگر اس کو دائرہ کی مانند گول بنایا جاتا تو سلائی اچھی طرح اس میں نہ گھوم سکتی اور دوا پوری آنکھ میں نہ پہونچتی۔

۸۔ ناک کا سوراخ اس کے نیچے اس حکمت کے پیشِ نظر رکھا گیا تاکہ دماغ کی فاضل رطوبات اس کے

ذریعہ سے نکلتی رہیں اور الحہ مشام تک پہونچ سکے، اگر یہ سوراخ ناک کے اوپر ہوتا تو نہ رطوبات ان سے خارج ہو سکتے نہ مشام خوشبو، بدبو کا احساس ہو سکتا۔

۹۔ ہونٹ اور شارب کو منہ کے اوپر اس لئے بنایا گیا تاکہ دماغ سے جو فاضل رطوبات باہر آئیں وہ براہ راست دہن تک نہ پہونچیں اور کھانے پینے کی اشیاء ان سے آلودہ نہ ہوں، اتنی دیر کے لئے کہ آدمی ان کو صاف کرلے۔

۱۰۔ ڈاڑھی کی حکمت، مرد اور عورت کے درمیان جنسی امتیاز قائم کرنا ہے۔

۱۱۔ آگے کے دو دانت تیز رکھے گئے، چیزوں کو کاٹنے کے لئے، ڈاڑھوں کو چوڑا بنایا گیا تاکہ ان کے ذریعہ سے اشیاء خوردنی کو اچھی طرح چبایا جا سکے، کو نچلیوں کو اونچا رکھا گیا تاکہ وہ دانت اور ڈاڑھوں کو مضبوط رکھیں۔ اسی طرح جیسے مکان کی بنیاد میں ستون رکھے جاتے ہیں۔

۱۲۔ ہتھیلیوں کو صاف رکھا گیا، اس لئے کہ ان کے ذریعے سے لمس واقع ہوتا ہے اگر ان پر بال ہوتے تو لمس میں دشواری ہوتی اور آدمی کسی چیز کو چھو کر اس کا احساس نہ کر سکتا۔

۱۳۔ بالوں اور ناخن کو بیجان رکھا گیا، اس لئے کہ ان دونوں چیزوں کا بڑھ جانا، بدنما معلوم ہوتا ہے اور کاٹنا ضروری ہے اگر ان میں جان ہوتی تو کاٹنے میں تکلیف ہوتی۔

۱۴۔ دل کو تخم صنوبر کی شکل کا بنایا اس لئے کہ وہ واژگوں ہے، اس کے سر کو نوک دار قرار دیا تاکہ پھیپھڑے کے اندر آجائے اور اس کے ہلنے سے ٹھنڈا ہونا رہے، مبادا مغز اپنی حرارت کے سبب جل جائے۔

۱۵۔ جگر کو زبنانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ معدے کو سنگین کرے اور جو غذا جگر میں پہنچے وہ پلٹ کر سب معدہ کی طرف آجائے اور جگر اس کو اچھی طرح نچوڑ دے تاکہ اس میں جو کچھ گیس ہوں وہ سب نکل جائیں۔

۱۶۔ گردے کی شکل دانہ لوبیا کی مانند رکھی گئی کیونکہ اس پر منی قطرہ قطرہ ہو کر گرتی ہے اگر وہ مربع یا مدور شکل کا ہوتا تو منی اس میں رک جایا کرتی اور جب تک دوسرا قطرہ آکر گرتا تو پہلا قطرہ اسی جگہ پر موجود رہتا۔ اس صورت میں منی کے خروج سے مرد لذت اندوز نہ ہو سکتا۔ اس لئے کہ منی اپنے محل سے جو ریڑھ کی ہڈی ہے گردے کی طرف گرتی ہے، اس وقت گردہ کیڑے کی طرح سکڑتا اور پھیلتا ہے۔ اس حال میں منی کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس طرح مثانے کی طرف پھینکتا ہے جیسے کمان تیر سے۔

۱۷۔ گھٹنا پیچھے کی طرف مڑتا ہے، کیونکہ آدمی اپنے سامنے کو چلتا ہے۔ اگر گھٹنے کی یہ ساخت نہ ہوتی تو حرکت میں یہ اعتدال قائم نہ رہ سکتا اور چلنے میں آدمی گرجایا کرتا۔

۱۸۔ پھیپھڑے کو دو قطعوں میں رکھا تاکہ دل ان دونوں کے درمیان کی تنگ نالی میں داخل ہوسکے اور اُن کے ملنے سے دل کی حرارت کم ہوتی رہے۔

۱۹۔ ایڑی اور پنجے کے درمیان خلا اس لئے رکھا گیا کہ اگر پورا پاؤں زمین پر پڑتا تو چکی کے پاٹ کی طرح سنگین اور بھاری معلوم ہوتا، جس کو اگر کھڑا کیا جائے تو ایک بچہ لڑھکا کر لیجا سکتا ہے اور پٹ کر دیا جائے تو ایک توانا مرد بھی دقت کے ساتھ اُٹھائے گا۔

طبیبِ ہندی امام کے یہ جوابات سُن کر مبہوت ہوگیا اور کہنے لگا "من این لک ھذا العلم" یہ علم آپ کے پاس کہاں سے آیا، آپ نے جواب دیا" اخذت عن آبائی علیہ السلام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عن جبرئیل علیہ السلام عن رب العالمین جل جلالہ الذی خلق الاجسام والارواح" میں نے یہ علم اپنے آبائے کرام علیہ السلام سے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، انھوں نے جبرئیل علیہ السلام سے، انھوں نے اللہ سے جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے، جس نے جسموں اور روحوں کو پیدا کیا، حاصل کیا ہے۔

ہندی نے کہا: آپ سچ فرماتے ہیں" واشھد ان لا الٰہ الا اللہ ومحمد رسولہ وانت اعلم زمانک" میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور آپ اعلم زمانہ ہیں۔

**ہندوستان میں غیر ملکی بانیانِ مذہب کی آمد**

ہندوستان کی یہ خصوصیت بھی نمایاں ہے کہ ایک طرف اگر وہ فاتحینِ عالم کی جولانگاہ رہا ہے تو دوسری طرف دیگر ممالک کے بانیانِ مذاہب اور مبلغین بھی مختلف زمانوں میں یہاں آتے رہے ہیں اس طرح اگر دیکھا جائے تو ہندوستان کے پاس فلسفہ وعلمِ کلام کا جو قیمتی ذخیرہ ہے وہ ذاتی ہونے کے ساتھ ساتھ اضافی بھی ہو۔ یہ موضوع اگرچہ کافی دلچسپ اور معلوماتی ہے۔ لیکن مجھے اس کے صرف اس حصے سے بحث کرنا ہے جو عہدِ عتیق سے متعلق ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کروں گا۔

اس فہرست میں سب سے پہلا نام "زردشت" کا ہے جو ایران کا مشہور حکیم اور مذہب ثنویہ کا بانی ہوا ہے
س کا ظہور منوچہر کے زمانہ میں ہوا۔ اس کے بارے میں ابن اثیر کا بیان ہے[۱]

صنف کتاباً وطاف به الارض
فما عرف احد معناه وزعم انها لغة
سماوية خوطب بها وسماه "اشتا" فسار
ن آذربيجان الى فارس فلم يعرفوا
ما فيه ولم يقبلوه فسار الى الهند و
رضه على ملوكها ثم الى الصين و
نترك فلم يقبله احد۔

(زردشت نے) ایک کتاب تصنیف کی تھی اور اس کو لے کر دنیا کے مختلف ممالک میں گیا لیکن کوئی اس کے معنیٰ نہ سمجھ سکا، لوگوں کا اس کے بارے میں یہ گمان تھا کہ یہ کوئی آسمانی زبان ہے جس کے ذریعہ سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام اس نے "اشتا" رکھا اور اس کو لے کر وہ آذربیجان سے فارس تک گیا لیکن لوگ اس کو نہ سمجھ سکے اور اس کو قبول نہیں کیا۔ یہاں سے پھر وہ ہندوستان کی طرف گیا اور وہاں کے راجاؤں پر اس نے اس کو پیش کیا اس کے بعد وہ چین اور ترکستان گیا لیکن کسی نے اسکو نہیں مانا

مولف حبیب السیر نے اس کے ہندوستان آنے کا تذکرہ اس طرح کیا ہے[۲]

ابوالحسن عامری گوید کہ آں ناخردمند از اہل دانا نہ بود و در مبادی سن رشد و تمیز سلوک طریق مسافرت کردہ بود، روئے بخدمت علماء روم و ہند آوردہ بتحصیل علوم عربیہ و تعلیم نیرنجات اشتغال نمود۔

۲۔ مانی

ایران کا مشہور مصور اور نقاش گذرا ہے۔ اس کے تعارف کے لئے محمد الحسینی العلوی کی حسب ذیل عبارت کافی ہے۔[۳]

"ایں مردے بود استاد در صناعت صورت گری ، بروزگار شاپور بن اردشیر بیروں آمد در میان مغاں و پیغمبری دعویٰ کرد و برہان او قلم و صورتگری بود، گویند بر پارۂ حریر سپید خطے فرو کشید چنانکہ آں یک تار حریر بیروں کشید و آں خط ناپدید گشت و کتابے کرد بانواع تصاویر کہ آں را ارژنگ مانی خوانند و در خزائن غزنین ہست و طریق او ہماں طریق زردشت بودہ

[۱] ابن اثیر: کامل (۱:۱۰۰) [۲] حبیب السیر (۱: ) [۳] بیان الادیان (ص: ۱۷-۱۸)

است و مذہب ثنوی داشت"

اس کے ہندوستان آنے کے بارے میں مورخین کے حسب ذیل بیانات ہیں۔

۱۔ مسعودی[۱]:

وفی ایامہ ظہر مانی، وقال بالاثنین فرجع سابور عن المجوسیۃ الی مذہب مانی والقول بالنور والبراءۃ من الظلمۃ، ثم عاد بعد ذلک الی دین المجوسیۃ ولحق مانی بارض الھند۔

اس کے (شاپور بن اردشیر کے زمانہ میں) "مانی" کا ظہور ہوا، وہ ثنائیوں کا قائل تھا، پس سابور دین مجوسی سے پلٹ گیا اور مانی کا مذہب اختیار کر لیا اور نور اور ظلمت سے براءۃ کا قائل ہو گیا۔ پھر وہ اپنے سابقہ دین، مجوسیت پر پلٹ آیا، جس کے نتیجہ میں "مانی" ہندوستان بھاگ کر گیا۔

۲۔ یعقوبی[۲]:

فرجع سابور عن الثنویۃ الی المجوسیۃ وھم بقتل مانی فھرب فاتی بلاد الھند فاقام بھا حتی مات سابور۔

شاپور ثنویہ سے مجوسیت کی طرف پلٹ گیا اور "مانی" کے قتل کے درپے ہو گیا۔ اس سے خائف ہو کر مانی ہندوستان کے شہروں میں بھاگ کر آگیا اور شاپور کے مرنے تک یہیں مقیم رہا۔

۳۔ ابن ندیم[۳]:

وکان "مانی" دعا الھند والصین واھل خراسان وخلف فی کل ناحیۃ صاحبا لہ

مانی نے ہند اور چین اور اہل خراسان کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دی اور تمام اطراف میں اپنا ایک جانشین مقرر کیا۔

۴۔ ابن العبری[۴]:

وفی ھذا الزمان عرف مانی

اسی زمانہ میں مانی جو مذہب ثنویہ کا بانی تھا، ظاہر ہوا

---

[۱] مروج الذہب (۱: ۲۲۰) [۲] یعقوبی: تاریخ (۱: ۱۶۱) [۳] ابن ندیم: فہرست (۴۷۲) [۴] تاریخ مختصر الدول (ص ۱۳۵)

الثنوی هذا کان اول امرہ یظهر النصرانیة وصار قسیسا بالاهواز وکان یعلم ویفسّر الکتب ویجادل الیهود والمجوس والوثنیین ثم مرق من الدین و سمّی نفسه مسیحا واتخذ اثنی عشر تلمیذا وارسلهم الی بلاد المشرق باسرها فی الهند والصین وزرعوا فیها علم الثنویة .... وکان یقول بالتناسخ وان فی کل شئ روحا مستنسخة ،

ابتداء میں یہ نصرانیت کو ظاہر کرتا تھا اور اسی بناء پر اہواز میں یہ "قسیس" ہو گیا تھا جہاں وہ معلمی کرتا تھا اور کتابوں کی تفسیر کرتا تھا۔ نیز یہود اور مجوس اور مشرکین سے بحث و مناظرہ کرتا تھا اس کے بعد وہ اپنے دین سے پھر گیا اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اپنے بارہ شاگرد بنائے جن کو ثنویت کی تبلیغ کی۔ یہ تناسخ کا قائل تھا۔

۵۔ محبوب بن قسطنطین:[1]

واتخذ تلامیذ ، اسم احدهم "ادی" واسم الآخر "توحی" واسم الثالث "مرادی" ووجّه ادی تلمیذہ الی الیمن لیدعوا الناس الی رأیه ووجّه "توحی" الی الهند وتخلّف "مرادی" عندہ بالسوس .... وقال ان الارواح یتناسخ

اس (مانی) نے اپنے کئی شاگرد بنائے ان میں ایک کا نام "ادی" اور دوسرے کا نام "توحی"۔ تیسرے کا "مرادی" تھا چنانچہ ادی کو اس نے یمن کی طرف بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو اس کے مذہب کی طرف دعوت دے اور "توحی" کو ہندوستان بھیجا نیز "مرادی" کو اپنے پاس سوس میں چھوڑا .... وہ تناسخ ارواح کا بھی قائل تھا۔

۶۔ ابو ریحان البیرونی:[2]

فامّا خارج دار الاسلام فان اکثر الاتراک الشرقیة واهل الصین والتبت وبعض الهند علی دینه ومذهبه ....

لیکن دار الاسلام کے باہر پس مشرق کے بہت سے ترک اور اہل چین و تبت اور کچھ ہندوستانی اس (مانی) کے دین اور مذہب پر ہیں۔

[1] کتاب العنوان (۵،۷،۵) [2] آثار الباقیة عن القرون الخالیة (ص ۲۳)

آگے چل کر یہی مولف لکھتا ہے:

ان سابور اخرجه عن مملکته اخذاً بماسنه لهو زرادشت من نفی المتنبئين عن الارض و شرط عليه ان لا يرجع فذاب الى الهند والصين والتبت و دعاهناك ثم رجع فحينئذ اخذه بهرام و قتله لانه نقض الشريعة و اباح الدم

شاپور نے (مانی) کو اپنی مملکت سے نکال دیا اس لئے کہ اس سے پہلے زردشت کو بھی نبوت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے ملک بدر کیا جا چکا تھا، اور یہ شرط کہ دوبارہ وہ یہاں نہ آئے چنانچہ مانی، ہند اور چین اور تبت کی طرف غائب ہوگیا اور ان ممالک میں اس نے لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دی اس کے بعد پھر وہ واپس آگیا

میرخواند متوفی ۹۰۳ھ[1]

"مسعودی گوید کہ شاپور نخست بدین او در آمد آخر از مذہب وے رجوع نمودہ و با مانی عتاب آغاز نہاد، او گریختہ از راہ کشمیر بلاد ہندوستان رفت و از انجا متوجہ ترکستان و ختا شد.... بالجملہ در بلاد ہندوستان و ختا او را رواج و رونقے تمام دست داد زیراکہ صور تہائے غریب از وصادر می شد۔

۳۔ قلانوس[2]

یونان کے مشہور حکیم "فیثا غورث" کا شاگرد تھا جس کا زمانہ ۵۰۰ ق م قبل مسیح کا مانا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں مورخین کا بیان ہے کہ یہ ہندوستان آیا تھا اور یہاں رہ کر اُس نے مذہب فیثا غورث کی اشاعت کی۔ علامہ شہرستانی لکھتے ہیں[3]

کان لفيثاغورث الحكيم اليونانى تلميذ يدعى قلانوس قد تلقى الحكمة عنه وتلمذ له ثم صار الى مدينة من مدائن الهند واشاع فيها مذهب فيثاغورس۔

حکیم یونانی، فیثا غورس کا ایک شاگرد تھا جس کا نام "قلانوس تھا" اس نے فیثا غورث سے حکمت کا درس لیا اس کے بعد وہ ہندوستان کے کسی شہر میں چلا گیا جہاں اُس نے مذہب فیثا غورس کی اشاعت کی۔

[1] روضۃ الصفا (۱: ۲۲۲) [2] تاریخ الفلسفۃ الیونانیہ (ص ۹۰) [3] شہرستانی: الملل والنحل (۲: ۳۸۱)

قلانوسؒ کے بعد اس کا شاگرد "برخمنین" ہندوستان میں اس کے جانشین کی حیثیت سے رہا، جس نے یہاں فلسفۂ رہبانیت اور ترک لذات کے نظریہ کی اشاعت کی۔ اس سلسلہ میں شہرستانی کا بیان حسب ذیل ہے:[1]

| | |
|---|---|
| فلما توفی قلانوس تراس برخمنین علی الهند کلهم ورغب الناس فی تلطیف الابدان وتهذیب الانفس وکان یقول: ای امرء هذب نفسه واسرع الخروج عن هذا العالم وطهر بدنه من الاوساخ ظهر له کل شئ وعاین کل غائب وقدر علی کل متعذر وکان محبورا، مسرورا، ملتذا، عاشقا لایمل ولا یکل ولا یمسه نصب ولا لغوب، فلما نهج لهم الطریق، واحتج علیهم بالحجج المقنعة: اجتهدوا اجتهادا شدیدا وکان یقول ایضا: ان ترك لذات هذا العالم هو الذی یلحقکم بذلك العالم حتی تتقلبوا به، وتخوضوا فی سلکه وتخلدوا فی لذاته ونعیمه، فدرس اهل الهند هذا القول ورسخ فی عقولهم۔ | قلانوس کے انتقال کے بعد برخمنین پورے ہندوستان کے لئے متعین ہوا۔ اس نے لوگوں کے جسموں کو لطیف بنانے اور نفوس کو پاکیزہ کرنے کی طرف لوگوں کو ترغیب دی اس کا یہ قول تھا کہ جس شخص نے اپنے نفوس کو پاکیزہ بنالیا اور اس تنگنا سے عالم سے جلد از جلد نکل گیا اور اپنے بدن کو میل کچیل سے پاک کرلیا تو ہر چیز اس پر ظاہر ہو جاتی ہے اور غائب کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے نیز ہر امر دشوار پر وہ قادر ہو جاتا ہے اور نتیجہ میں وہ خوش وخرم اور لذت اندوز عشق ہو جاتا ہے نہ وہ ملول ہوتا ہے نہ سست ہوتا ہے نہ ضعف اور اندوہ اس کو عارض ہوتا ہے۔ غرضکہ جب اس نے ماحول تیار کرلیا اور شافی دلیلوں سے ان کو سامان تسکین فراہم کر دیا تو پھر وہ لوگ خود بھی اس مسلک میں اجتہاد کرنے لگے۔ اس کا یہ بھی قول تھا کہ اگر اس عالم کی لذتوں کو ترک کر دیا جائے تو یہ چیز تم کو دوسرے عالم سے متصل کر دے گی اور اسی رشتہ میں تم منسلک ہو جاؤگے جس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ تم وہاں کی لذتوں اور نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے رہو گے۔ اہل ہند نے اس کے اس قول کو پڑھا اور ان کی عقلوں میں راسخ ہو گیا۔ |

---

[1] شہرستانی: الملل والنحل (۳: ۳۸۱)

**عرب اور ہند کے تعلقات قدیم الایام میں**

عرب اور ہند کے تعلقات کی ابتداء عموماً اسلام کے بعد عہدِ خلافتِ ثانیہ سے کی جاتی ہے اور اب تک مورخین نے اسی پر پورا زور صرف کیا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی کی اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ہے اور اس میں شک نہیں کہ مؤلف نے اس میں بڑا مفید مواد فراہم کر دیا ہے لیکن وہ سب اسلام کے بعد ہی سے متعلق ہے۔ عہدِ عتیق کے بارے میں اُن کے یہاں بھی صرف ضمناً تذکرہ ملتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے بعد سے عرب و ہند کے تعلقات کا جو باب شروع ہوتا ہے وہ ایک بھولے عہد کی تجدید ہے، اس لئے کہ اسلام سے قبل 'جاہلیت اخیرہ' کا دور عربوں کے زوال و انحطاط کا دور ہے جبکہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں مضمحل ہو چکے تھے اور اُن کی حیثیت ایک پسماندہ قوم کی رہ گئی تھی، لیکن اس سے چند صدی قبل تک اُن کا شمار دنیا کی متمدن ترین اقوام میں تھا اور ہندوستان سے اُن کی تجارت زوروں پر تھی۔

اس کا نقطۂ ابتدا ہم کو "عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح" کے وقت سے ملتا ہے جس کا زمانہ طوفانِ نوح کے بعد کا قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس عاد کے بارے میں مورخین کا بیان ہے[1] کہ سب سے پہلے جو روئے زمین کا بادشاہ ہوا وہ "عاد" ہے جبکہ قومِ نوح کی ہلاکت کے بعد از سرِ نو دنیا آباد ہونا شروع ہوئی۔ اس کی طرف قرآن مجید کی حسبِ ذیل آیت میں بھی اشارہ پایا جاتا ہے۔

| | |
|---|---|
| وَاذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح وزادکم فی الخلق بسطۃ"[2] | یاد کرو اس وقت کو جب قوم نوح کے بعد تم کو خلیفہ بنایا اور خلقت کے لحاظ سے تم کو بالیدگی عطا کی۔ |

"عاد" کے بعد اس کا بیٹا "شداد بن عاد" اس کا وارث ہوا، اس کا ہندوستان آنا اور یہاں کے ممالک کو فتح کرنا ذیل کی تصریحات سے ثابت ہے۔ ابن خلدون لکھتا ہے۔[3]

| | |
|---|---|
| وذکر المسعودی: ان الذی ملک من بعد عاد، شداد منھم ھو الذی | مسعودی نے لکھا ہے: عاد کے بعد بنو عاد میں سے جو بادشاہ ہوا وہ "شداد" ہے جس نے مختلف ممالک |

[1] مروج الذہب (۱: ۳۵۲) [2] ...

[3] ابن خلدون: تاریخ (۲: ۳۵)

سار فی الممالك واستولیٰ علیٰ کثیر من بلاد الشام والهند والعراق۔ | کی سیر کی اور شام، ہند اور عراق کے اکثر شہروں پر قبضہ کیا۔

خود مسعودی کے الفاظ "مروج الذہب" میں یہ ہیں:[1]

ولشداد بن عاد سیر فی الارض وطوات فی البلاد عظیم فی ممالك الهند وغیرها من ممالك الشرق والغرب و حروب کثیرة۔ | شداد بن عاد نے روئے زمین کی سیر کی اور ہندوستان اور اس کے علاوہ مشرق اور غرب کے دوسرے ممالک میں گھوما پھرا اور کثرت سے لڑائیاں لڑیں۔

غالباً اسی کے زمانے سے عرب اور ہند کے درمیان تجارت کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ وہی بنو عاد ہیں جن کو تاریخ کی متعارف زبان میں "فنیشین" کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ مولانا سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں:[2]

دنیا کی پہلی دریائی تاجر قوم کا نام فنیشین ہے، یہ یونانی نام ہے۔ عبرانی میں ان کا نام کنعانی ہے اور آرامی بھی ان کو کہتے ہیں، اہلِ عرب ان کو ارم کہتے ہیں اور یہی نام قرآن پاک میں ہے "عاد ارام ذات العماد" "بڑے بڑے ستونوں اور عمارتوں والے عاد ارم" اور اسی مناسبت سے عربی تخیل کے ذریعہ سے "بہشتِ ارم" ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں۔

یہ کون قوم تھی؟ محققین کا بیان ہے کہ یہ عرب تھے جو ساحل بحرین کے پاس سے اٹھ کر شام کے ساحل پر جا بسے تھے۔ بحرین گویا مشرق میں مشرقی ملکوں کی بندرگاہ ان کی تھی، اور ٹائر شام میں بحرِ روم (میڈیٹرینین) کے کنارہ ان کی مغربی بندرگاہ تھی، جہاں سے وہ لوگ ان کے جزیروں میں اور یورپ کے شہروں اور شمالی افریقہ کے کناروں تک چلے جاتے تھے۔ اور ادھر مشرق میں وہ ایران ہندوستان اور چین تک کی خبر لیتے تھے۔ (باقی)

---

[1] مروج الذہب (۱: ۴۵) [2] عرب اور ہند کے تعلقات (ص ۸۰)